بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوتِ اِلَی اللہ

ایکس کیپٹن ڈاکٹر

مسعودُ الدّین عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ

ایم بی بی ایس لکھنؤ

فاضل علومِ دینیہ (وفاق المدارس مُلتان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

امابعد اللہ کے بندو! آج دُنیا میں ایک قیامت برپا ہے۔ ہر طرف ناانصافی ہے۔ ظُلم و جَور ہے۔ کہیں سکُون نہیں۔ کوئی عافیت کی جگہ نہیں۔ جانتے ہو کہ یہ فسادِ عظیم کیوں برپا ہوا۔ یہ جو انسان درندہ بن گیا ہے اور انسانیت انگاروں پر لوٹ رہی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے، وجہ صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان نے اپنے مالک کے ساتھ کِیا ہوا وعدہ پُورا نہ کیا۔ احسان مندی کا حق ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ جس نے زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلند کیا۔ وہ جو صبح و شام کا مالک ہے۔ جس نے کائنات کو اِنسان کی خدمت میں لگا دیا۔ زمین اس کے لئے رزق اُگلتی ہے۔ آسمان بارش برساتا ہے۔ ہَواؤں سے اسے ٹھنڈک ملتی ہے۔ سُورج گرمی پہنچانے کے لئے موجود ہے۔ مکان سکون حاصل کرنے کا ٹھکانہ ہے۔ گھر والوں سے دل بہلتا ہے۔ دولت کام بنانے کے لئے حاضر ہے۔ یہ سب کچھ جس کی کارفرمائی ہے اس کے ساتھ انسان نے قریب قریب پُوری انسانیت نے احسان فراموشی کا رویّہ اختیار کیا۔ اور وہ ہدایت وہ رہنمائی جو اس کی طرف سے ملی تھی یکسر فراموش کر ڈالی۔ یہ اسی طرزِ عمل کا نتیجہ ہے کہ زندگیاں تلخ ہیں۔ آبرو باقی نہیں رہی۔ انصاف کا جنازہ اُٹھ چکا ہے۔ ہر جگہ ایک بے کلی ہے۔ بے چینی ہے۔ حسرت و یاس ہے اور سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ یہ مسلمان اُمّت جس کو پروردگار نے اس لئے پیدا کیا تھا کہ وہ خیر کی داعی بنے۔ بُرائی سے لوگوں کو روکے۔ اور اللہ کے رنگ میں رنگ کر، یکرنگ ہو جائے، یکسُو بن جائے۔ وہ تک اپنے مالک کو بھُول چکی ہے۔ وہ جو زمین کے نمک تھے، جو پہاڑی کے چراغ بنائے گئے تھے ان کا حال یہ ہو گیا ہے کہ آج ہر جگہ مشرق و مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اللہ کے باغی، اس کے نبیؐ کی سُنّت کو پسِ پُشت ڈالنے والے، آخرت سے بے پرواہ، اور خالی دُنیا پر مگن ہیں۔ اب جب اس اُمّت کا یہ حال ہو جائے، ان کا عالم یہ ہو جائے جو خیر کے ذمّہ دار بنائے گئے تھے۔ پھر دُنیا کی بربادی پر تعجّب کیوں ہو۔ آج یہ اللہ کی کتاب کے حامل، یہ ایماندار کہلائے جانے والے جو کبھی سرفراز و سُرخرو تھے، کامران و سربلند تھے۔ ایک ایک خطّہ میں مغلُوب ہیں۔ ان کی آبرُوئیں پامال کی جاتی ہیں۔ ان کی بستیاں اُجڑتی ہیں۔ ان کے نونہالوں کو چھیدا جاتا ہے۔ ان کے گھروں کو آگ لگائی جاتی ہے اور وہ سرگرداں ہیں۔ حیران و پریشان ہیں۔ کہاں جائیں کیا کریں۔ زمین ان کا بار اُٹھانے سے انکاری ہے۔ اور آسمان ان پر سایہ کرنے سے گریزاں نظر آتا ہے۔ وہ جو کبھی امام تھے۔ آج مقتدی بننے کے لائق نہیں رہے۔ جو اللہ کو ایک مان لینے اور اس کے آخری نبیؐ کی سُنّت کو اختیار کر لینے کے بعد جہانبانی کے منصب پر فائز کئے گئے تھے۔ غُلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے کراہ رہے ہیں۔

خلاصی کی کوئی راہ نہیں پاتے۔ ہمّتیں پست ہیں، ذہن پریشان، خون کی گرمی و حرارت باقی نہیں رہی۔ اپنی ذلّت اور رُسوائی پر، اپنی خرابی پر اور خستگی پر کُڑھتے تو ہیں مگر مجبور ہیں۔

دُنیا کہتی ہے کہ وہ جو اسلام تھا مِٹ چکا۔ قومیں اُٹھتی ہیں اور برباد ہو جاتی ہیں۔ نظریات وجود میں آتے ہیں اور موت کی نیند سو جایا کرتے ہیں۔ وہی عام قاعدہ اسلام پر بھی حق ثابت ہوا۔ اور یہ مسلمان جو کسی زمانے میں اُبھرے تھے۔ ان کو بھی اسی سطح پر آنا پڑا جو اوروں کے لئے مقدر رہے۔ اور کیوں نہ کہیں جب پُوری اُمّت کا حال یہ ہے کہ اس کی زندگی اسلام سے دُور، اور ہر اس چیز سے قریب ہے جس کی جھُوٹی چمک دمک اس کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔ کیسے یہ آواز نہ اُٹھے کہ اُمّتِ مُسلمہ نام کی کوئی قابل ذکر اُمّت اب پائی نہیں جاتی۔ جب خود اس اُمّت کے فرزند اپنے دین سے بیگانہ اور دین ان کے لئے اجنبی بن گیا ہو، گویا وہ زمانہ آ گیا جس کے متعلق کہا گیا تھا:

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْباً وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَا فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ. (رواہ مسلم)

یعنی یہ اسلام جب آیا تھا اجنبی تھا۔ پردیسی تھا۔ کوئی اس کو پہچاننے پر راضی اور اس کی طرف التفات کرنے کو تیار نہ تھا۔ پھر یہ طاقت والا بنا۔ لوگ اس کی طرف بڑھے۔ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کو قبول کرنے میں عزّت محسوس کی۔ اس کے ساتھ روابط پر فخر کرنیوالے بنے۔ لیکن ایک وقت پھر آنیوالا ہے جب اللہ کے بندوں کے درمیان پھر اسلام غریب بن جائیگا، پردیسی ہو جائے گا، اجنبی نظر آئے گا۔ کوئی اس کی طرف التفات کرنا گوارا نہ کرے گا۔ کوئی اس کو اپنانے کیلئے تیار نہ ہوگا۔ اس سے اپنے کو منسُوب کرنے سے شرمائے گا۔ اس وقت بہت تھوڑے لوگ اس اسلام کو مل سکیں گے۔ جو اس کی غربت میں، اسکی اجنبیت کے باوجود اس کو قبول اور اختیار کریں گے۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جنکے متعلق زبانِ نبوتؐ کہتی ہے: **فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ** یعنی مُبارکباد ان لوگوں کیلئے جو اس زمانے میں اسلام کیلئے اجنبی بن جانیوالے ہوں گے، تم دیکھو گے کہ: **وَهُمُ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ** (رواہ الترمذی) یہ غرباء وہ ہیں کہ میری سُنّت میں لوگوں نے جو فساد میرے بعد ڈال دیا گیا ہوگا۔ اس کو دُور کرنے اور پھر سے اس کو اپنی اصلی شکل میں لانے کی کوشش کریں گے۔

یہی صحیح معنوں میں اللہ کو محبُوب ہوں گے اور ان کا عمل اس کی بارگاہ میں قابلِ قبول ٹھیرے گا۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ وہی زمانہ ہمارے سامنے آموجود ہوا۔ وہی اسلام کی غُربت ہے۔ وہی چند غُرباء ہیں جو اس حال میں بھی دین سے اپنے آپ کو چمٹائے ہوئے ہیں، اور زمانہ ہے کہ دین کے نام تک سے گریزاں ہے، یہ عالم ہو گیا ہے اللہ کے بندو۔ اب ایسی حالت میں جب معاملات یوں تلپٹ ہو جائیں اور انسانیت کی مَت یوں ماری جائے۔ کیا کرنا ہے۔ کیا یہ کہہ دیں کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ جو بیتنی تھی بیت چکی۔ اب زمانے کی گاڑی کو پیچھے کی طرف موڑنا ممکن نہیں ہے۔ جس بربادی کے گڑھے کی طرف انسانیت کا قافلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے، اس میں گِر کے رہے گا۔ اب روکنے کی کوششیں بیکار ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے اور حالات مجبُور کر رہے ہیں کہ یہی کہا جائے۔۔۔

لیکن کیا ایمان اس پر راضی ہو سکتا ہے، کیا کوئی مسلمان، مسلمان رہتے ہوئے بھی اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ اسلام پر کسمپرسی کا عالم طاری رہے۔ اللہ کا دین دُنیا میں مغلوب ہو جائے۔ پروردگار کے احکام کی کوئی قیمت نہ اُٹھے۔ شیطان اپنا تخت بچھائے دندناتا رہے۔ طاغوت کے جھنڈے بلند رہیں اور سیاہ اندھیرے انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ کیا کوئی کلمہ گو جو اپنے کو کلمہ گو کہتا ہے اس حالت کو برداشت کر سکتا ہے۔ کیا مسلمان پر لازم نہیں ہے کہ اس کا دل اس کے سینے میں لرز جائے۔ اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ اور وہ خون کے آنسو روئے۔ اس کے قویٰ میں جنبش اور اس کے جذبات میں تلاطم برپا ہو جائے۔ کیا جو ایمان اس چیز کو دیکھنے کے بعد بھی خاموش رہے، ایمان کہلائے جانے کا مستحق ہے؟ اس ذات کی قسم جس نے زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلند کیا ہے یہ ایمان پروردگار کی بارگاہ میں ناقابلِ اعتبار، قابلِ رَد ہے۔ مردُود ہے وہ ایمان جو یہ سب کچھ ہوتے دیکھے اور اس کے بعد خاموش تماشائی بنا رہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ کیا کریں۔ حالات قابو سے باہر ہیں۔ قوتیں جواب دے چکی ہیں۔ جرأتیں ہیں کہ ان میں کوئی دَم باقی نہیں رہا۔ کیا چیز ہے جس کو لے کر اُٹھیں۔ پوچھتے ہیں کہ تم ہی بتاؤ۔ تم کیا لائے ہو۔ کس چیز کو پیش کرتے ہو۔ حالات یہ ہیں۔ اس وقت کیا کرو گے۔ کس طرح سے اس بربادی کو دُور کرنے کا ارادہ ہے۔ اس رُسوائی سے اُمّت کو کیسے نکالو گے۔ تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو تو لاؤ پیش کرو۔ ہمارا جواب ایک ہے۔ خالِص ایک جواب، اور وہ یہ کہ جس طرح ہمیں ایک مالک کی ذات پر یقین ہے۔ جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبیِٔ برحق محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری نبی ہیں اور جیسے ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن ہمیں مرنا ہے، اور مرنے کے بعد اُٹھنا ہے اور پھر اُٹھ کر بارگاہِ ایزدی میں پیش ہونا ہے اسی طرح ہم کو یہ بھی یقین ہے کہ یہ دین وقتی اور ہنگامی دین نہیں ہے۔ یہ صرف چودہ سو برس پہلے ہی خیر و برکت کا منبع نہیں تھا بلکہ قیامت تک کے لئے اس میں سب کچھ ہے۔ یہی ایک خزانہ ہے جہاں سے سب کچھ مل سکتا ہے اور وہ مالک جس نے مسلمان کو مسلمان بنایا ہے۔ جس نے اس کے لئے کتاب نازل فرمائی، اپنے آخری نبیؐ کو مبعوث کیا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر صحیح معنوں میں مومن بن جاؤ۔ اللہ پر تمہارا یقین پُختہ ہو جائے تو تم ہی سربلند ہو گے۔ تم ہی کامران بنو گے۔ سرفرازی تمہارے قدم چُومے گی۔ تاجداری و کج کُلاہی کے حقدار تم ہو گے۔ دُنیا اور آخرت کی برکتیں تم پر نچھاور کی جائیں گی۔ تم زمین کے وارث اور تمام جنّتوں کی بے حساب نعمتوں کے مالک ہو گے۔ شرط ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں مومن بن جاؤ: **وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** ○ (آل عمران:139) "اور تم ہی سربلند ہو گے اگر تم مومن بن جاؤ۔" یہی ایک نسخہ کیمیا ہے۔ یہی ساری بیماریوں کا علاج اور یہی ساری مصیبتوں کا "ایک" حل ہے۔ لیکن مومن وہ مومن نہیں جو صرف زبان سے کہہ دے کہ "اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ" (میں اللہ پر ایمان لایا) اور جس کو ماں کے دُودھ کی طرح سے وراثت میں اسلام ملا ہو۔ مالک فرماتا ہے کہ ہمارے یہاں یہ ایمان

مُعتبر نہیں۔ ہمارا وعدہ اس ایمان سے نہیں ہے کہ ہم اس پر خیر و برکت کے خزانے نچھاور کریں گے۔ ہمارے یہاں تو صرف اس ایمان کی قدر ہے جو ایمان، ایمان ہونے کا حق ادا کر دے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ (الحجرات:15)

فرمایا گیا (کہ ایمان، ایمان کی رَٹ لگائے ہوئے ہو) ایماندار بننا کوئی معمولی بات ہے۔ مومن تو صرف وہی لوگ ہیں جن کی کیفیت یہ ہو کہ: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وہ اللہ پر پختہ یقین رکھیں۔ یہ یقین کہ وہی ایک مالک ہے انسانیت کا، وہی خالق، وہی آقا ہے۔ اسی نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہی زندگی اور موت پر قادر ہے۔ اسی کو نفع ونقصان کا اختیار ہے۔ اسی کی خوشی سے سب کچھ ہوگا۔ وہ ناراض ہو جائے تو کسی کی خوشی کچھ کام نہیں آسکتی۔ وہی ہے جس نے زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلند کیا ہے۔ ہواؤں کو وہی چلاتا ہے، بارش برسانے والا وہ ہے چاند وسورج کو، کواکب اور ستاروں کو اسی نے کام میں لگا رکھا ہے۔ وہ ایک، اکیلا پروردگار ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی شریک وسہیم نہیں۔ سارے اس کے بندے ایک ایک بات میں اس کے دستِ نگر ہیں۔ وہ بے ہمتا ہے، لاشریک ہے۔ بڑے سے بڑا نبی، معزز سے معزز فرشتہ اور بلند سے بلند رُتبے والا ولی اس کا غلام اور اس کا محتاج ہے۔ اس کے حکم کا پابند اور اس کی رضا کی طلب کا حریص ہے۔ کسی کو اس کی بارگاہ میں دم مارنے کا یارا نہیں۔ اِلّا یہ کہ وہ خود کسی کو اجازت دیدے کہ ہاں تم زبان کھول سکتے ہو۔ وہ کسی کی مدد کے بغیر خود پوری کائنات کا نگران ہے۔ ہر کمزوری سے پاک، زندۂ جاوید ہے۔ اس کی بادشاہی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور یہ جھُوٹے معبود۔ جو اس کے ساتھ یا اس کو چھوڑ کر تراش لئے گئے ہیں، ان کے پاس کچھ بھی نہیں، وہ خود اپنے نفع ونقصان پر قدرت نہیں رکھتے۔ کسی اور کا کیا بھلا کریں گے۔ کسی اور کی جھولی کیا بھریں گے۔ کون کسی کو نواز سکتا ہے کہ بندہ نواز بنے۔ کون مُشکل کُشا ہو سکتا ہے کہ مشکل کشائی کرے۔ کس کے پاس کچھ ہے کہ وہ دے اور داتا کہلائے۔ دستگیری کرنے کی کس میں طاقت ہے؟ اور جو دُنیا سے جا چکے ہیں مُردہ ہیں اُن کو اپنی خبر نہیں تمہاری کیا ہوگی۔ **اِلٰہ** ایک ہے جو آقا ہے، کبریائی اس کو زیب دیتی ہے۔ جبروت اس کا حق ہے۔ علم کا وہ مالک ہے۔ حکمت اس کی صفت ہے۔ وہ اگر راضی ہے تو کسی کی ناراضگی کا کچھ خوف نہیں اور اگر اس کو ناراض کر لیا جائے دوسروں کو راضی کرنے کے لئے تو پھر کوئی نہیں ہے کہ بگڑی بنا سکے۔ اس کی پکڑ بہر حال آئیگی۔ اس کا عذاب برس کے رہے گا اور سارے جھوٹے حمایتی عاجز اور لاچار رہ جائیں گے۔ وہی اس لائق ہے کہ اس کا حکم مانا جائے۔ وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کے آگے سجدہ ریزی کی جائے۔ وہی اس بات کا سزاوار ہے کہ اس سے اُمیدیں وابستہ کی جائیں، اسی سے خوف کھایا جائے، واسطہ اور وسیلہ کے بغیر اُسی سے دُعائیں مانگی جائیں۔ اور یہ جو اس کی خدائی میں شریک بنا لئے گئے ہیں، زندہ اور مُردہ۔ آستانے اور قبریں، قبّے اور درگاہیں۔ ان کے

پاس کچھ نہیں، یہ نہ تو کچھ بنا سکتے ہیں اور نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

یہ جن کا معاملہ، اور جن کے ایمان کا یہ عالم ہو جائے کہ وہ سب سے پہلے غیر اللہ کا انکار کریں، اور اللہ کے اقرار پر ان کا یقین جم جائے، مالک فرماتا ہے کہ صحیح معنوں میں مومن یہ ہیں اور ان کا ایمان اللہ کے یہاں معتبر ہے۔ وہ جو یہ یقین رکھتے ہوں کہ ان کے مالک کا حکم، اسکا قانون، حرفِ آخر ہے۔ اسکی ہر بات حق اور اسکا فرمانا بجا ہے اور اسکے خلاف ہر چیز باطل، ہر حکم مردود ہے یہی توحید خالص اور انکار شرک ایمان باللہ کی جان ہے۔

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا (البقرہ:256)

دوسری صفت مومنوں کی اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ کہ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے آخری نبیؐ پر ان کا یقین جم جائے کہ وہ آخری نبی ہیں۔ یہی وہ نبی ہیں کہ جب سے نبوّت پر فائز ہوئے ہیں۔ اس روز سے لے کر صُور پھُونکے جانے تک کوئی اور قانون آنے والا نہیں ہے۔ انہی کا دیا ہوا قانون، قانون ہوگا۔ انہی کی بات، بات رہے گی۔ جس معاملے میں دُنیا والوں کو جو طریقہ انہوں نے بتا دیا ہے وہی حق ہے، جو اُسوہ چھوڑ گئے ہیں، اسی کی پیروی لازم ہے، چاہے وہ معاملہ صُورت وشکل کا معاملہ ہو، رہن سہن سے متعلق ہو۔ لباس کے تراش وخراش کے انداز بیان کرتا ہو، عقائد سے تعلق رکھتا ہو یا عبادات ومعاملات سے، تہذیب و تمدّن یا زندگی کے کسی اور گوشے سے متعلق ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ دیدیا ہے وہی حق اور قائم رہنے والا ہے۔ وہی اللہ کو پسند ہے، اور اس سے سرِمو انحراف اور اس میں معمولی سی معمولی تبدیلی ممکن نہیں، کیونکہ مالک خود فرماتا ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ جو کچھ بھی تمہیں رسُول دیدیں اسے قبول کر لو اور یہ "جو" بے قید "جو" ہے یعنی جس معاملے میں اللہ کے نبیؐ جو چیز بھی دیدیں اسے پکڑ لو، اور جس چیز سے روک دیں، اس سے رُک جاؤ۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○ (الحشر:7) اور اللہ سے ڈرو، اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

اور یہ حکم کوئی سفارش نہیں ہے، بلکہ تاکیدی حکم ہے کہ اگر تم نے اس سے رُوگردانی کی اور اس معاملے میں اللہ سے خوف نہ کھایا تو یاد رکھو کہ پروردگار وہ ہے جو شدید ترین عذاب دے سکتا ہے اور بدترین عقُوبت میں ڈال دینا اس کے بس میں ہے۔ اُس کے مقابلے میں کوئی حامی وناصر ملنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ایمان بالرسول کا تقاضہ یہ ہے کہ جو چیز بھی نبیؐ سے ملے اُسے بسر وچشم قبول کیا جائے اور جو چیز اُن کے طریقے سے متصادم ہو قیامت بھی آجائے تب بھی نہ مانی جائے۔ وہی ایک اکیلے ہادی ورہنما ہیں اور ہر چیز انہی کی سُنّت پر پرکھنے کے بعد قابلِ قبول یا لائقِ رد ٹھہرے گی۔ اور یہ کہنے کے بعد: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا سے پروردگار نے اس ایمان کو پابند کر دیا ہے۔ مومن تو صرف وہی ہیں جو اللہ پر ایمان لائیں، اللہ کے رسول پر ایمان لائیں۔ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا (پھر شک نہ کریں) یعنی یہ ایمان متردّد ایمان نہ ہو۔ ڈانواڈول ایمان نہ

ہو۔ جما جمایا ایمان ہو۔ ایسا ایمان جسکے اندر رَیب اور شک بار نہ پاسکے۔ فرمایا جارہا ہے کہ مومن تو دراصل یہ ہیں جو یوں مانیں اللہ اور اس کے رسول کو، جن کا دل اس طرح ٹھک جائے کہ اگر ساری دُنیا اللہ اور اس کے رسُول کی کسی بات کے خلاف مِل کر آواز اُٹھائے اور کائنات کا ایک ایک ذرّہ اس کا ساتھ دے، تب بھی مومن اس کو نہ مانے گا۔ رَد کر دے گا۔ اپنے وجُود کی ساری توانائیوں کے ساتھ ٹھکرا دے گا اور پُکارے گا کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ صرف اللہ اور اسکے رسُول ہی کی بات کو صحیح ہونے کا حق پہنچتا ہے اور یہ ساری آوازیں، یہ ساری چیخ و پکار، جاہلانہ غُل ہے، شور وشغب سے زیادہ اسکی کچھ حیثیت نہیں۔ مومن تو اُسکا ساتھ دینے کی بجائے اس کوشش میں لگ جائیگا کہ اس آواز کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ اسلئے کہ یہ ایک باطل آواز ہے۔ اللہ کی دُشمن آواز ہے۔ ایمان سے برسرِ پیکار گروہ کی نامَردانہ چیخ وپکار ہے۔ کائنات میں فساد کی درپے اور انسان کو جہنّم کا بُلاوا ہے۔

اس طرح سے مومن صحیح معنوں میں وہ ہے جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔ جس چیز کو حق جانتا ہو اس پر عمل کر کے اس کے حق ہونے کی گواہی دے اور اگر کوئی بات اپنے اندر ایسی پائے جو ایمان کے ساتھ میل نہیں کھاتی تو اس پر لازم ہے کہ ہمت کے ساتھ اس سے چھُٹکارا حاصل کرنے کی برابر کوشش کرتا رہے۔ یہ ایمان نہیں ہے کہ کسی بات کو ناحق جانتے ہوئے صرف اس وجہ سے قبول کرلے کہ دُنیا کا چلن یہی ہے۔ یہاں رہنا ہے تو اس سے مفر نہیں۔ مومن تو زبان سے اس بات کو رَد کرے گا۔ عمل سے اس کی مخالفت میں زور لگائے گا۔ اپنے جیتے جی اس کو ماننے پر ہرگز تیار نہ ہوگا۔ چاہے کم نظر دُنیا داروں کی نگاہ میں اس کا اور اس کی اولاد کا مستقبل تاریک ہوتا ہی کیوں نہ نظر آئے۔ مومن تو اسکی مخالفت میں چوٹ کھانا اپنی کامیابی سمجھے گا۔ اللہ سے اسکی توفیق کیلیئے دُعا کریگا۔

ایمان کی دو شرطوں کے بعد تیسری شرط اللہ تعالیٰ نے یہ لگائی ہے کہ وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسُول پر ایمان لانے کے بعد ایمان کو شک وشُبہ سے بالاتر کرلیں۔ اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے کیلیئے، اس کے دین کو دُنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنا مال نچھاور کریں۔ اپنی جانوں تک کو پیش پیش کر ڈالیں۔ یعنی یہ لوگ نچلے بیٹھنے والے نہیں ہیں، جس چیز کو انہوں نے حق پایا ہے، اور جس کو خود اختیار کر چکے ہیں اسی کو قائم کرنے، اسی کو سرفراز اور اسی کو جاری کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں گے۔ ان کی کوشش یہ ہوگی کہ جس اعتقاد اور عمل نے ان کی کایا پلٹ دی ہے وہ ساری دُنیا کے ساتھ یہی سلوک کرے، پھر یہ اپنی زبانیں اسی کوشش میں صرف کرینگے۔ ان کے قلم کی جنبش اس کے لئے وقف ہوگی، اور جس جس چیز کا اُن سے مطالبہ ہوتا جائے گا، اس کو پیش کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل وکرم سے اگر یہ نوبت آجائے کہ میدانِ قتال میں اللہ کے دُشمنوں سے دُوبدُو ہونا پڑے، تو خم ٹھونک کر ان کے مقابل ہوں گے۔ اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال مُسکرائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا اور اس کے وعدہ کے مطابق یہ فیصلہ ان ہی کے حق میں ہوگا۔ یہ نقشہ پروردگارِ عالم اُن سچّے

مومنوں کا پیش کرتا ہے، جن کا ایمان اللہ کے یہاں معتبر، پروردگار کی بارگاہ میں قبول اور جس کے بدلے میں مالک کی جنّتیں ان کا انتظار کر رہی ہیں، صرف یہی لوگ اپنے دعوئِ ایمان میں سچّے ہیں۔ انہی مومنوں سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ دُنیا میں ان کی کمزوری کو زور وقوت سے، ان کی ذلّت کو عزّت وسرفرازی سے بدل دے گا اور ان کے ذریعہ کائنات کے معاملات کو سنوارے گا۔ یہ دُنیا میں اس کی رحمت کے مستحق، اُس کی نصرت کے حقدار اور آخرت میں اس کے قرب سے سرفراز۔ اور اس کی جنّتوں کی سرمدی بادشاہتیں ان کے لئے وقف ہوں گی۔ یہ آیت ہماری دعوت کا محور ہے۔ ہم اللہ کے بندوں کے سامنے یہی ایک بات رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا مالک ایک پروردگار، ایک اللہ ہے۔ اسی نے آسمان کو بنایا اور زمین کو بچھایا ہے۔ اس کے ہاتھ میں نفع ونقصان ہے۔ دینا اور روک رکھنا ہے۔ کسی اور کے پاس کچھ ہے ہی نہیں جو کسی کو دے سکے۔ سب اس کے بندے اس کی مخلوق ہیں، اس لئے صرف ایک مالک کے بندے اور غُلام بنو۔ اسی کی فرمانبرداری کرو۔ اسی کے سامنے سجدہ کیا جائے۔ اسی کی نذر و نیاز ہو۔ اُسی سے امّیدیں وابستہ کرو۔ اس ہی سے خوف کھاؤ۔ حاجتوں میں غائبانہ اسی کو پُکارو۔ اس کے علاوہ جو بھی ہیں سب لاچارِ محض ہیں، چاہے وہ پیغمبر اور فرشتے ہوں، جِن اور پَری ہوں، زندہ اور مُردہ بزرگ ہوں، مزارات یا قبّے ہوں، قبریں یا آستانے ہوں، کسی کو داتا، کسی کو حاجت رَوا، کسی کو مُشکل کُشا اور دستگیر نہ مانو۔ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا (البقرہ:256) یعنی جس نے طاغوت سے کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا، تو اس نے ایسا پائیدار حلقہ پکڑ لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔ ایمان باللہ کی اوّلین شرط یہ ہے کہ طاغوت سے کفر کیا جائے۔ یہ کرلیا گیا تو ایمان معتبر اور اسلام قابلِ قبول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اللہ کے بندوں کو اس بات کی طرف بُلاتے ہیں کہ وہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے اپنا آخری نبی مان لیں۔ زبان سے اس کی گواہی دیں، اور اعمال سے اس کا ثبوت بہم پہنچائیں۔ مان لیں کہ قیامت تک ان کی شریعت اللہ کا قانون ہے ان کی ہر بات حق ہے، اور اس کی پیروی لازم ہے۔ چاہے وہ عقیدہ وخیال کا معاملہ ہو یا عبادات واعمال کا، تہذیب وتمدّن سے متعلق ہو یا سیاست ومعاشرت سے، داڑھی کے بڑھانے اور اِزار کو اُونچا کرنے کا مسئلہ ہو یا صلح یا جنگ اور بین الاقوامی تعلقات کا۔ ہمارے لئے ایک ہی اُسوہ ہے، ایک ہی طریقہ ہے، ایک ہی راہ ہے اور وہ راہ، وہ طریقہ، وہ اُسوہ محمد ابن عبداللہ العربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہے۔ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی کھُلی، بے لاگ عریاں دعوت دینے کے بعد ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لاؤ، یقینِ محکم پیدا کرو۔ ایسا یقین جو شک وشبہ سے بالاتر ہو۔ ایسا یقین کہ تردّد اور بے اطمینانی کو اس کے اندر بار پانے کا یارا نہ ہو۔ جو چیز اللہ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سُنت بتائے، اس پر دل ٹھُک جائے۔ زبان سے اس کا اظہار ہو اور زندگی اسی نقشہ پر استوار کی جائے۔ چاہے ساری دُنیا آواز ملا کر اس کے خلاف چیخ وپُکار کرے۔ اور کائنات کا ایک ایک ذرّہ برسرِ پیکار نظر آئے۔ پھر بھی حق وہی ہے اور اسی کو حق پہنچتا

ہے کہ قبول کیا جائے اور اس کے علاوہ جو بھی ہے وہ باطل ہے، نا قابلِ قبول ہے، لائقِ رَد ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ لوگو جس دین کی صداقت پر تمہارا دل گواہ ہے، جس کلمہ کو تم نے اپنے وجود کی گہرائیوں کے ساتھ قبول کیا ہے اس کو پُورا کرنے کے لئے آگے بڑھو۔ جسم و جان کو اس راہ میں لگاؤ اور اپنے مال کا ایک ایک حبّہ اس راہ میں صَرف کرنے کے لئے تیار رہو۔ زبان اس کے لئے استعمال ہو۔ قلم کا زور اس راہ میں صرف کیا جائے۔ قدم اُٹھیں تو اس کام کے لئے اُٹھیں، اور دل اس کی سرگرمی سے دھڑکیں۔ برابر آگے بڑھنے کی کوشش ہوتی رہے۔ لوگوں کو اس کی طرف بُلاؤ۔ جمع ہو کر ایک ایسا گروہ بنو جو اللہ کے لئے اپنا سب کچھ لگانے کے لئے تیار ہو جائے اور پھر اس پر جَم جاؤ۔ یہاں تک کہ مالک وہ دن لے آئے جب اِعلائے کلمۃ اللہ کے لئے میدانِ قتال میں نکلنے کی خوش بختی نصیب ہو۔ اس وقت موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مُسکراؤ۔ شہادت کی سعادت کو دِلسوزی کے ساتھ آواز دو۔ اور اس جاں گُسل کشمکش کے پورے دَور میں اللہ کی مغفرت کی طلب، اس کی رضا کے حصُول اور جنّتوں کی لازوال بادشاہی کی تمنا کے علاوہ کوئی دوسرا جذبہ تمہارے دل میں موجود نہ ہو۔

طریقہ کار ہم نے اپنے کام کے طریقہ کو بھی ٹکسالی قرآن وسُنّت کا پابند بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا یقین یہ ہے کہ: **لَا یُصْلِحُ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا**. (امام مالک) جس طرح اس اُمّت کے پہلوں کی اصلاح ہوئی تھی۔ قیامت تک جب کبھی بھی اصلاح ہوگی، اسی طرز پر ہوگی۔ اس کے علاوہ جو کوشش بھی ہوگی، رائیگاں جائے گی۔ مالک فرماتا ہے: **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○**

(آل عمران) مومنوں پر پروردگار کا فضلِ عظیم، احسانِ بے پایاں ہے کہ اس نے ان ہی میں سے ایک ایسا رسُول بھیجا جو ان کو اللہ کی کتاب پڑھ کر سُناتا ہے: "**وَيُزَكِّيْهِمْ**" اور جو ان کی خرابیوں کو دُور کرتا ہے۔ ان کے کھوٹ کو نکال کر ان کو سنوارتا ہے۔ اُس نقشہ پر اُستوار کرتا ہے۔ جو اللہ کو محبوب اور اس کا پسندیدہ نقشہ ہے: **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** ۔ اور ان کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے معانی، اس کے مطالب، اس کے تقاضے، اس کی باریکیاں واضح کر دیتا ہے۔ وہ "سُنّت" کہ "خیر" جس کے اندر محدُود ہے، اور اس کے باہر کہیں خیر کا گذر نہیں۔ ہمارے سامنے بھی یہی ایک تربیت کا طریقہ ہے۔ اس سے ہٹ کر ہمارے پاس کچھ نہیں، یہی ہماری ہدایت کا سامان ہے اور ہمارے صاحبِ سُنّت کی راہ ہے۔ ہم بھی لوگوں کے سامنے تلاوتِ قرآن کرتے ہیں۔ اس کا مطلب اور مُدّعا بیان کرتے ہیں۔ اُس کو قبول کرنے اور مان لینے اور اس پر عمل کرنے کا جو نیک انجام دُنیا اور آخرت میں ہونے والا ہے اسکی بشارت دیتے ہیں، اور نہ قبول کرنیکا جو نتیجہ نکلنے والا ہے اس سے ڈراتے ہیں۔

اس بات کو پہنچانے کیلئے بھی ہم وہی طریقہ اختیار کرنے کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہونے کے خواہاں ہیں جو قرآن اور سُنّت سے پایا جاتا ہے۔ راستوں اور گلیوں میں ہماری آواز ہے۔ **كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ**

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (آل عمران 185) یعنی لوگو! ہر شخص کو آخر کار موت کا مزہ چکھنا ہے اور اصلی اور بھرپُور بدلہ تو صرف قیامت کے دن ملنے والا ہے۔ اس روز جو شخص بھی جہنّم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنّت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہوا۔ وہی بامُراد ٹھیرا، باقی دُنیا کی کامیابی اور ناکامی کے جو معیار ہیں، وہ خالی فریب اور سراسر دھوکہ ہیں۔ اور اے لوگو! جب معاملہ یہ ٹھیرا تو اس روز کی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ جس دن کامیاب، ایسے کامیاب ہوں گے کہ پھر اُنہیں ناکامی کا خطرہ باقی نہ رہے گا اور ناکام ایسے ناکام ٹھیریں گے، ایسے ہاریں گے کہ پھر کبھی سر نہ اُٹھا سکیں گے۔

سُنو! اس دن کی کامیابی حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اپنے مالک کے بندے بن جاؤ۔ وہ مالک جو اکیلا ہے، لاشریک ہے۔ اس کی اس طرح غُلامی کرو جیسے اس کے بندے، اس کے رسُول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اختیار کی تھی اور اپنے ساتھیوں کو جس کی تعلیم فرمائی تھی۔ یہ آواز جس طرح ہم سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں اُٹھاتے ہیں، اُسی طرح مسجدوں اور گھروں کے اجتماع میں بھی ہماری یہی ایک بات ہے اور اگر کسی سے اکیلے میں بات کرنا ہو تب بھی ہم یہی دعوت پیش کرتے ہیں اور اس طریقے کی سند کے طور پر ہمارے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّہ کی گلیوں اور راستوں کی دعوتِ حق کا ثبوت موجود ہے۔ صفا کی بلندی سے ان کا فرمان اس پر دلیل ہے۔ ذُوالمجاز، مجنّۃ اور عُکّاظ کے بازار اور میلے اسکے گواہ ہیں۔ اُمّ القریٰ آنے والے تجارتی قافلوں اور موسمِ حج کے زائرین تک اس بات کو پہنچانے کا اُسوہ ہمارے لئے رہنما ہے۔ اسی طرح گھر پر بُلا کر، دوسرے کے گھر جا کر اللہ کی بات پہنچانا ہمیں نبیؐ سے ملتا ہے اور ہم ان سارے طریقوں پر عمل کرنا ضرُوری سمجھتے ہیں۔

زبان کے ساتھ ہمارے پیشِ نظر قلم کی طاقت بھی ہے، اور اُسے بھی ہم اللہ کے دین کے معاملے میں پُوری طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ عقائد کی صفائی، عبادت کی تعلیم اخلاق کی درستگی، امر بالمعرُوف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی بجا آوری کے لئے ہم قلم کو بڑا اور مؤثّر ذریعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن زبان اور قلم کی ساری کوششیں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتیں، جب تک عمل کی پُشت پناہی اُنہیں حاصل نہ ہو۔ اس لئے ہمارا مطالبہ اپنے نفسوں سے پہلے اور پھر ہر شخص سے یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اسلام کی جیتی جاگتی تصویر بناؤ۔ جس کو تم نے حق مانا ہے اس کو اپنے عمل سے حق ثابت کر دکھاؤ۔ اور یہ بات صرف اس وقت حاصل ہوسکتی ہے جب زندگی کے ایک ایک معاملے اور اس کی ہر ہر رَوش پر محمدؐ عربی کی سُنّت کا خیال رہے۔ اُن کا نقشہ اُن کا طریقہ پیشِ نظر ہو۔

دعوت کو اس طریقے پر پہنچانے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو دین کی صاف، صریح، عریاں اور ٹکسالی دعوت پہنچے۔ اور ہر شخص اپنے اندر ایک خلش، ایک بے چینی محسوس کرے۔ لوگ اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں، اور ان کی ایک ایک خامی ان کے دل میں کانٹے کی چُبھن بن کر کھٹکے۔ اور وہ اللہ سے توفیق مانگ کر، قرآن

اور سُنّت کی روشنی میں اپنی زندگی کو بدلتے اور اُسوۂ نبیؐ کی طرف بڑھتے جائیں۔ یہ ایک لگاتار کوشش ہو ایک لامتناہی جدوجہد کا رُوپ دھارلے اور آخری سانس تک جاری رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری کوشش یہ ہے کہ جس جس پر اس دعوت کی صداقت اثر انداز ہوتی جائے، جن کا دل بھی اس سے متاثر ہو اور جو بھی یہ مان جائیں کہ یہ سچی بات ہے، سولہ آنے صحیح دعوتِ حق ہے وہ ہمارے قریب آتے جائیں، ہم ان کو منظّم کریں گے۔ ان کی زندگی کے مختلف گوشوں کو کھنگالیں گے۔ لاعلمی و نامساعد حالات کی فراوانی کی وجہ سے۔ اللہ کے دُشمن ماحول، شیطانی تہذیب وتمدن، معاشرت وسیاست کے زیرِ اثر، شرک وکفر والحاد کی طغیانی اور سیلاب کی پیدا کردہ جو چیز ہم ان کے اندر پائیں گے اس کی نشاندہی کریں گے، سمجھاتے رہیں گے۔ ایماندارانہ اور مُشفقانہ طریقہ پر دُور کرنے کے لئے ہاتھ پیر ماریں گے۔ اور صحیح معنوں میں وہ عقائد، وہ طریقے، وہ خصائص، وہ انداز ان کی زندگیوں میں سُمو دینے کی کوشش کریں گے۔ جس کے بعد ایمان میں اصلی نکھار اور زندگی میں حقیقی حلاوت پیدا ہوتی ہے۔ ہم ان کی تربیت کریں گے۔ ان کو قرآن و سُنّت کی تعلیم دیں گے کیونکہ بغیر اس تعلیم کے یہ کام نہ تو ایک فرد کرسکتا ہے اور نہ ایک جماعت۔ اگر کوئی اجتماعیت اللہ کے دین کا یہ کام کرنے کا عزم رکھتی ہے تو اس کو وہی رَوِش اختیار کرنا پڑے گی جو اصحابِ صفّہ کی روِش تھی، جو اُن حضرات کی روش تھی جنھوں نے اللہ کے نبیؐ کی صحبت کی حاضری کے لئے اپنی زندگیوں کے بیشتر اوقات فارغ کر لئے تھے۔ ان ہی محفلوں میں وہ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ سُنّت سے واقفیت بہم پہنچاتے تھے۔ تقویٰ کے انداز کا وہاں اکتساب ہوتا تھا۔ جنت کی بشارتیں اُن محفلوں میں ملتی تھیں، اور جہنّم کی راہوں سے فرار کی تلاش سے یہیں ان کے دل معمور ہو جایا کرتے تھے۔ یہ ہمارا پختہ یقین ہے کہ دین کا کوئی کام، کوئی دعوت، کوئی کوشش اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک اس دعوت کے حامل، اُس سے متاثر ہونے والے اُسی اصلی سر چشمۂ ہدایت کی طرف رجوع نہ کریں جو قرآن وسنت پر مبنی ہے۔ اس لئے ہماری کوشش یہی ہے، انشاء اللہ برابر رہے گی، آخری وقت تک رہے گی کہ دُنیا کا ایک ایک شخص اللہ کی کتاب کا جاننے والا، اور اللہ کے نبیؐ کی سُنّت کا واقف بن جائے۔ یہ تو ہمارے پیشِ نظر ہے۔ باقی ہم کہاں تک کیا کر پائیں گے، یا کِس میں کِس حد تک جانے کی استعداد موجود ہے یہ بات ہم اپنے مالک پر چھوڑتے ہیں لیکن ہم اس پر یقین ضرور رکھتے ہیں کہ اصلی فرمانبرداری اور حقیقی تقویٰ اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک اللہ کے دن کا علم حاصل نہ ہو۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (فاطر: 28) یعنی اللہ تعالیٰ سے صحیح طور پر تو صرف علم والے بندے ہی خوف کھاتے ہیں۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا جائے۔ ہم تعداد میں اضافے کے خواہشمند ضرور ہیں، لیکن اِتّباعِ سنّت کے معیار سے سرِ مو ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جو شخص بھی اس بات کو پیش کرنے کے لئے جس قدر تڑپ رکھتا ہے اسی قدر اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا چلتا پھرتا نمونہ بننے کی کوشش کرے اور یہ کام

سب سے مشکل کام ہے۔ چاہے ہم اپنے اندر اس کی سکت نہ پائیں، مگر کام کرنے کا طریقہ یہی ہے اور ہم اللہ کی توفیق، اس کی رحمت کے اُمیدوار بن کر اور یہ سمجھ کر کہ اس کے علاوہ اگر ہم نے کسی اور طرف رُخ کیا یا اپنی طرف سے کچھ ڈھیل دینے کی کوشش کی تو یہ اسلام کے ساتھ غدر اور اپنے مالک کے ساتھ بیوفائی ہوگی، اور آخرکار ہم اپنے نفسوں کو پروردگار کی پکڑ سے نہ بچاسکیں گے۔ ہم اس راستہ پر جَم جانا چاہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ہم لوگوں کو یہ بات بھی یاددلاتے ہیں کہ اللہ کے بندو! جہاں ایمان تمہارا سب سے بڑا طاقت کا منبع ہے وہاں ایمان ہی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ زُہد اختیار کیا جائے۔ دُنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دی جائے اور وہی ہمیشہ نگاہ میں رہے اور اُسی طریقہ کی پَیروی ہو جو محمد عربیؐ کا طریقہ تھا۔ جس کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اختیار کیا تھا۔ کیونکہ تمہارے اپنے نبیؐ کی زبان میں: اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَ الزُّهْدُ. ترجمہ: اس اُمّت کی اوّلین اصلاح ایمان اور زُہد میں ہے۔ یعنی اصلاح کے لئے ایمان کے بعد زُہد سب سے ضروری چیز ہے۔ جب تک زُہد پیدا نہ ہو اور دُنیا چھائی رہے، اس وقت تک ہر کوشش بیکار اور ہر عمل رائیگاں ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاٰكِلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِىْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ. قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ (رواہ ابوداؤد) یعنی آج تم طاقتور نظر آرہے ہو۔ تمہاری جمعیت منظّم ہے۔ تم سرفراز، کامران اور سربلند ہو۔ عزت تمہارے قدم چوم رہی ہے۔ لیکن يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاٰكِلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا۔ قریب ہے وہ زمانہ کہ اللہ کے باغی گروہ اور اسلام کی دشمن قومیں تم کو ہڑپ کر جانے کیلئے، تمہارے حصّے بخرے کرنے کیلئے تمہاری ہڈّیاں چبا جانے کیلئے ایک دوسرے کو اس طرح آواز دیں گی جیسے کہ دسترخوان پر بیٹھی ہوئی جماعت اپنے بڑے پیالے پر اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ ادھر آؤ، یہاں تر نوالہ ملے گا۔ اسی طرح سے تمہارے اُوپر اللہ کی باغی قومیں یلغار کریں گی۔ ایک دوسرے کو آواز دیں گی۔ یہ سُننے کے بعد کہ ایسا زمانہ بھی آجائیگا۔ یہ بھی ہوگا کہ اسلام جیسی جہاں کشا طاقت والی اُمّت اس طرح سے کمزور اور فرومایہ بن جائیگی وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ یہ اُفتاد جو ہم پر پڑیگی، یہ جو ہماری دُرگت بن جائیگی۔ کیا اس وجہ سے ہوگی کہ ہم زمانے میں تعداد میں کم ہونگے۔ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ جواب ملا (کم کہاں) تمہاری تعداد تو گِنتی کے لحاظ سے بےحساب ہوگی وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ تم کثرت کے لحاظ سے سمندر کے جھاگ کی طرح ہوگے لیکن اس کثرت کے باوجود کمزور اور کم مایہ ایسے کہ جھاگ کی طرح جو ایک تُند و تیز ہَوا کے جھونکے کے سامنے پھُوٹ بہتا ہے۔ تمہارا بھی یہی حال ہو جائیگا۔ کمزور اور بے طاقت بن جاؤگے اور تمہاری اس کمزوری کی وجہ سے وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمْ

الْمَهَابَةَ مِنكُمْ پرودگارِ عالم تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت اور مہابت کو نکال دیگا اب تمہارا رُعب اور تمہارا خوف اُن پر باقی نہ رہیگا اب وہ تم سے نہ ڈرینگے اور اسکے بجائے وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ۔ تمہارے دلوں میں پروردگارِ عالم ''وھن'' کی بیماری کو پیوست کر دیگا۔ اور پھر تمہاری یہ دُرگت بنے گی قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَاالْوَهْن۔ دریافت کرنے والے نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول یہ ''وھن'' کونسی بیماری ہے جو اس طرح سے ملت کو تلپٹ کرڈالیگی۔ آپؐ نے فرمایا: قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ یہ ایک مُرکّب بیماری ہے دُنیا کی محبت اور اللہ کی راہ میں ملنے والی شہادت کی موت کی کراہیت سے مل کر بنتی ہے یعنی یہ اُمّت دُنیا پر فریفتہ ہو جائیگی۔ مال و دولت، ساز و سامان، کام و دہن کی لذّت، جسم و جان کی آسائش، آنکھوں کے نظارے، کان کے سُریلے بول، سواریاں اور مکان، باغات اور چشمے، سونا اور چاندی، عمارتیں اور محلّات اسکے پیشِ نظر رہینگے۔ اور اللہ کے دین، اسکی سربلندی، اس کے راستے میں جان کھپانے اور انجام کار اس راہ میں سر دیکر سُرخرو ہو جانے سے بھاگے گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ زبانِ صادق کی یہ بات سچ ہو کر رہی۔ وہ کچھ ہو کے رہا جس کا ڈراوا دیا گیا تھا۔ یہ دُنیا آج صحیح العقیدہ مسلمانوں تک پر پُوری طرح چھا گئی ہے، اس لئے ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں کو یہ پیغام بھی دینگے کہ دُنیا سے زُہد اختیار کرو اور دُنیا کے بجائے آخرت کی بازی کھیلو۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر۔ یہ ساری بات تو ہم اُن سے کہتے ہیں جو اپنے کو کلمہ گو سمجھتے ہیں۔ مسلمان کہلائے جاتے ہیں گویا ہمارا اِن سے کہنا یہ ہے کہ: تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (آل عمران: 64) ترجمہ: آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے) باقی رہے وہ جو اللہ ہی کو نہیں مانتے یا ایک سے زیادہ مالکوں کے پُجاری ہیں، انکے سامنے ہمارا کہنا یہ ہے کہ اللہ کے بندو کیا زمین اور آسمان کا یہ نظام، صبح و شام کی یہ گردش، ہَواؤں کی یہ چلَت پھِرَت، بارشوں کا برسنا، انسان کی اپنی پیدائش، اسکا شباب، اُسکا بڑھاپا اور اسکی موت کیا اِس بات پر گواہ نہیں کہ یہ کائنات بے خُدا نہیں ہے۔ اور کیا بے خُدا کائنات کے اندر، اتفاقات پر مبنی حادثات سے بن جانیوالی کائنات کے اندر کبھی یہ نظم ہو سکتا ہے، یہ ہم آہنگی پائی جا سکتی ہے۔ اور کیا یہ ساری باتیں اس بات پر بھی گواہ نہیں ہیں کہ کائنات کا ایک اور صرف ایک ہی مالک ہو سکتا ہے اور ہے۔ ورنہ نظام کی یہ یکسانی جو آج نظر آرہی ہے ایک لمحہ باقی نہ رہے، چاند اور سُورج ٹکرا جائیں۔ صبح و شام کے اندر جنگ چھِڑ جائے۔ مشرق و مغرب مل جائیں۔ بادل کبھی نہ برسیں اور اگر یہ بات حق ہے تو لوگو اس بات کو مان لو کہ کائنات کا بنانے والا، اسکا آقا، اس کا مُدبّر ایک ہی پروردگار ایک ہی مالک ہے۔ یہ بات اگر تمہارے دل کو لگ جائے تو یہ ہماری نہیں بلکہ قرآن و سُنّت کی بات ہے اُنکو پڑھو۔ اُن پر غور کرو۔ تمہارا دل خود پُکار اُٹھیگا کہ اس کتاب کا فرمانا

حق اور بجا ہے، اور اس سُنّت کی رہنمائی حقیقی رہنمائی ہے اور یہ کہ تمہیں ایک روز مرنا ہے اور مرنے کے بعد پھر اُٹھنا ہے اور اُٹھنے کے بعد حساب و کتاب کی باری ہے اور یہ حساب و کتاب صرف اس بنیاد پر ہوگا کہ تم نے اس دین کو مان کر اس پر عمل کیا تھا، یا اسکے خلاف گئے تھے۔ اس ایک بات پر تمہاری زندگیوں کا دار و مدار ہے۔ اگر یہ ثبوت پیش کر پائے کہ ہاں تم نے اسکو مانا تھا اس پر عمل کیا تھا تو اسکے بعد ہمیشہ کی بادشاہی ہے۔ نہ ختم ہونیوالی جنّتیں ہیں۔ تم ان لوگوں کیساتھ ہوگے، جو تم سے پہلے ایمان کی راہ پر چل چکے ہیں اور اُن سے تمہارا پیچھا چھُوٹ جائیگا جو اللہ کے باغی تھے، اور قیامت کے دن آگ، جنکی قیام گاہ بنے گی۔ تلپٹ ہوتے رہینگے۔ نکلنے کی کوئی راہ نہ پائینگے۔

ہم اس طریقہ پر کام کرنے کے بعد اُمّید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے راستے کھول دیگا۔ ہم پر رحمت فرمائیگا اپنے بندوں کو توحید کی طرف آنیکی توفیق بخشے گا۔ رسالت کے پیغام کو وہ قبول کرینگے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ان کی کوششیں وقف ہوں گی، پھر انکی شکل و صُورت بدلیگی۔ لباس بدلیں گے۔ گھر بار کے طور طریقوں میں انقلاب آئیگا۔ معاش میں حلال و حرام کی قیدیں لگیں گی۔ تہذیب و تمدّن، معاشرت و تعلیم اللہ کا رنگ اختیار کرینگے۔ ظلم و جور کا خاتمہ ہو جائیگا۔ بے حیائی و بے پردگی کے مِٹانیوالے دُنیا کو للکاریں گے، اور آخر کار فساد کا جنازہ اُٹھ جائیگا، پھر یہی اللہ کے بندے جو آج دُنیا پر قربان ہوئے جا رہے ہیں، پروردگار کی جنّتیں حاصل کرنے کیلیئے اپنی جانیں کھپائینگے، اور پھر وہ دورِ سعید آئیگا جسکے انتظار میں دھرتی کی آنکھیں راہ تکتے تکتے پتھرا گئی ہیں۔ وہ دَور جسکی بشارت زبانِ نبوتؐ پہلے سے دے چکی ہے۔ یہ چیز ہمارے پیشِ نظر ہے۔ رہی یہ بات کہ ہماری اس دعوت کا انجام کیا ہوگا تو ہم اللہ تعالیٰ سے خیر ہی کی اُمید رکھتے ہیں۔ ہم پروردگار کے بھروسے پر لَوْمَةَ لَائِمٍ سے بیخوف ہو کر یہ کوشش کر دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا عجب کہ مالک ہم کو استقامت بخشے۔ صبر و شکیبائی کی توفیق دے۔ پھر اللہ کے دین کے راستے کھُلیں۔ اللہ کی کتاب اور اسکے نبی ﷺ کے طریقے کو قبول کرنیوالے میسّر آجائیں، اور پھر یہ قافلہ چل نکلے۔ دُنیا میں اسکو سربلندی اور سرفرازی حاصل ہو، اور آخرت میں کامرانی اسکا استقبال کرے۔

آخر میں ہم اس بات کو بھی صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم سے یہ سوال بھی ہو سکتا ہے اور ہو رہا ہے کہ جب تمہارے اپنے ملک میں دین کے کام کیلیئے اجتماعی کوششیں ہو رہی ہیں تو تم نے اس سے دُور رہ کر اپنی مسجد الگ کیوں بنائی ہے؟ اس بات کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ ہماری نگاہ میں اس ملک کے دو بڑے اجتماعی دینی کام ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کے متعلق ہماری پختہ رائے یہ ہے کہ وہ اجتماعیت خالِص اور ٹکسالی قرآن اور سُنّت کے بجائے اسلام اور تصوّف کے مِلے جُلے طریقہ کو زیادہ پسند کرتی ہے، اور اپنے وابستگان کو بھی اسی رنگ میں رنگنے پر مُصر ہے۔ یہ مراقبہ، مکاشفہ اور مشاہدہ کا میدان ہے، اور دینِ خالص اس راہ میں قدم رکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ یہاں اللہ کا نیک بندہ مرتا نہیں ہے بلکہ نقلِ مکانی کر جاتا ہے، اور پھر اس کارگاہِ عالم میں تصرُّفات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیتا ہے۔ ایک خالص مُشرکانہ نظریہ ہے۔ ہم اپنی اِس رائے کی صداقت کے ثبوت

میں اس اجتماعیت کا اپنا تحریری مواد پیش کرنیکی اجازت چاہتے ہیں جسکو یہاں حرفِ آخر ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ اس میں آپ پائینگے کہ نبیؐ اپنی قبر سے نکل کر مَرے ہوئے سُود خور حاجی کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہیں، اور پھر اس چہرے کی سیاہی نورانیت سے بدل جاتی ہے۔ یہیں آپکو ملے گا کہ مُلّا جامؔی صاحب جب اپنی نعت پڑھنے کی غرض سے قبرِ نبیؐ پر جانے لگے اور نبی ﷺ کو یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر وہ میری قبر پر آکر اس نعت کو پڑھیگا تو مجھے مجبوراً قبر سے ہاتھ نکال کر مصافحہ کرنا ہوگا، تو آپ نے مکہ کے والی کو منع کر دیا کہ جامؔی ہرگز مدینہ نہ آنے پائے۔ (فضائلِ درُود، مولانا زکریا صاحب) یہ اور اس قسم کے بے حساب واقعات اور نظریات جو اس جماعت کے نصاب میں داخل ہیں، اسلام کی رُوح کے منافی ہیں، اس وجہ سے ہمارے لئے اسکے علاوہ چارہ نہیں کہ ہم اس کام سے بالکل الگ رہیں۔

رہی دوسری اجتماعیت تو ہمارے اور اُنکے تصوّرِ توحید وسُنّت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (نمل: 65) (کہئے کہ غیب کی باتیں کوئی نہیں جانتا مگر ایک اللہ) اور یہ بھی کہ رحمِ مادر میں جو کچھ آچکا ہے اُس کو بھی کوئی نہیں جانتا (لقمان) لیکن اِس جماعت کے بانی اپنی خودنوشت سوانح عمری میں اپنی پیدائش کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ میری پیدائش سے تین سال پہلے ایک بزرگ نے میرے والد کو ایک لڑکے کی بشارت دی تھی اور کہا تھا اُس کا نام ابوالاعلیٰ رکھنا۔ والد صاحب نے اس بات کو مان کر میرا نام یہی رکھا۔ (صفحہ ۱۵، تصوف اور تعمیر سیرت۔ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹیڈ لاہور) اسی طرح آپ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص ولی اللہ کی قبر پر زور زور سے پکار کے اپنے حق میں دُعا کرنے کی درخواست کرے تو اس صورت میں اعتقاد کی خرابی تو لازم نہ آئیگی مگر یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا۔۔۔۔ اور آپکا یہ ارشاد بھی ہے کہ رُوحیں آتی جاتی رہتی ہیں (فاران توحید نمبر صفحہ ۸۲، ۸۳، اور رسائل ومسائل حصہ سوم صفحہ ۳۶۹) ہم اِن مشرکانہ عقائد سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ سنت کے معاملے میں بھی ہم اور وہ ایک نگاہ نہیں رکھتے۔ ہم نے ''الحجرات'' کی جس آیت کو اپنی دعوت کا محور بنایا ہے وہ یہ ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (الحجرات: 15) یعنی اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ اللہ کے آخری رسُول محمد عربی ﷺ پر مومن پُختہ ایمان لائیں۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ قیامت تک اپنے آخری نبیؐ کی سنت کے علاوہ کسی دوسرے نبی کی سُنّت پر ہمارا عمل نہ ہو۔ گویا ہم سارے انبیاء کی سُنّتوں کو صحیح اور درست ماننے کے باوجود عمل کے لئے صرف ایک سُنّت کو جو محمد عربی ﷺ کی سُنّت ہے لازمی سمجھتے ہیں لیکن ہمارے یہ بھائی اپنی دعوت میں اللہ کی بندگی، اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی اختیار کرنے کا بُلاوا دیتے ہیں۔ اس طرح سے انکے اِتّباعِ سُنّت کے تصوّر میں کہیں زیادہ وسعت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ حضرات اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کے بجائے اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کی تلقین کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کرنے کے بعد اپنے بندوں کو صرف ایک ہی نبیؐ کی سُنّت کی پیروی کرنے کا حکم دیدیا ہے اور نبی ﷺ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ موسیٰ علیہ السلام بھی اگر آجائیں تو ان کو بھی میری ہی پیروی کرنا پڑے گی۔ اس

لئے ہم سمجھتے ہیں کہ دعوت کے اس نکتے کی وجہ سے سنتِ محمدیؐ کی اتباع کی وہ شدید قید باقی نہیں رہتی جس کے باقی رہنے پر ہی صحیح اسلامی شریعت کی تعمیر ممکن ہے۔ ہمارا دوسرا اختلاف ان بھائیوں سے یہ ہے کہ اسلام تو اقامتِ دین اور اِعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جہاد فی سبیل اللہ کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ مگر ان کی دعوت جہاد فی سبیل اللہ کا نام لئے بغیر یہ کہتی ہے کہ ''دُنیا کی زمامِ کار اللہ سے پِھرے ہوئے لوگوں کے ہاتھ سے لے کر مومنین صالحین کے ہاتھ میں دیدو۔'' اگر صرف زمامِ کار کی منتقلی کا مسئلہ ہوتا اور یہ نہ ہوتا کہ یہ منتقلی عملاً کس طرح وجود میں لائی جائے گی تو اس کے لئے متعدد طریقوں کا ہونا ممکن ہے۔

ایسا طریقہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس میں توحید، رسالت اور آخرت کی نظریاتی اور عملی جنگ میں پڑے بغیر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا جائے۔ اور ان کی رائے کی اکثریت سے زمامِ کار کی منتقلی عمل میں لائی جائے۔ یہ طریقہ پُرامن بھی ہے اور محفوظ بھی۔ کیونکہ اس میں اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ توحیدِ خالص کا وہ نعرہ بلند کیا جائے جو محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے مکہ میں بلند کیا تھا اور جس کی پاداش میں خود ان کا گہوارہ آتشکدہ بن گیا تھا۔ ہم اس سے پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ سنت کے ٹھیٹھ حقائق سے صَرفِ نظر کر کے سنت اللہ کو بدلنا ممکن نہیں ہے، اگر وہ پورا کام کرنا ہے جو اللہ کے آخری نبی ﷺ نے کیا تھا تو اُس کو اُسی طرح سے کرنا ہوگا۔ وہی توحیدِ خالص کی دعوت اُٹھے گی، وہی مخالفتیں چمکیں گی، وہی آزمائشوں کی بھٹّیاں بھڑکائی جائیں گی۔ وہی جانگسل کشمکش وجود میں آئے گی۔ وہی غربت اور ہجرت کے مقامات آواز دیں گے۔ وہی تھوڑے سے لوگ اپنے سے کہیں زیادہ جمعیت کا مقابلہ خالص اللہ کے بھروسے پر کریں گے۔ اور وہی قتالِ فی سبیل اللہ کا فیصلہ کُن معرکہ وجود میں آئے گا جو آخرِ کار اسلام کی فتح اور کفر وشرک کی رُسوائی پر ختم ہوگا۔

ہم ہر اس شخص کو جو اعلائے کلمۃ اللہ کا دعویدار ہو اور پہلے ہی قدم پر یہ اعلان کردے کہ ہم اس کلمہ کو رائے شماری کے ذریعہ سربلند کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ حق تو دیتے ہیں کہ وہ اس طریقہ کو اپنا پسندیدہ طریقہ بتلائے لیکن واللہ اس کو یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ یہ اللہ کا مقرر کردہ طریقہ ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس کو محمد ﷺ نے اختیار کیا تھا کیونکہ یہ طریقہ تو صرف اُسی کا طریقہ ہوسکتا ہے جو رائے عامّہ کو بہر حال اپنے حق میں باقی رکھنے پر مصر ہو اور توحیدِ خالص اور عریاں دعوت سے جو مُضر اور تباہ کُن اثرات، اس رائے عامّہ پر پڑ سکتے ہیں اس سے پُوری طرح باخبر ہوتے ہوئے اجتناب کرے۔

یہ سب کچھ ہم نے صرف اس یقین پر پیش کیا ہے کہ ہماری دعوت حق، اور ہمارا کام صحیح ہے۔ آخر میں ہماری یہ دُعا ہے کہ مالک ہماری رہنمائی فرما۔ ہماری خطاؤں سے درگزر کر۔ ہمیں توبہ کی توفیق ملے۔ دُنیا کی ذلّت و رُسوائی سے نجات دے اور جہنّم کی سختیوں سے بچا کر ہمیں جنّت کی لازوال بادشاہتوں کے سپُرد کرے۔ آمین

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں اور نہ کسی پر ان کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں پابندی لگاتے ہیں خط لکھ کر ہم سے ہماری دوسری کتابیں بھی مُفت طلب فرمائیں۔